کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

حضرت صفوان بن عسالؓ سے روایت ہے:

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہوا۔ آپؐ اپنی سرخ چادر پر تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ میں نے (سلام کے بعد) عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں علم کی طلب میں آیا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: میں طالب علم کو مرحبا کہتا ہوں۔ طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں۔ پھر' ایک کے اوپر دوسرا سوار ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ فرشتوں کی یہ قطار آسمان دنیا تک جا پہنچتی ہے' اس علم کے ساتھ اظہار محبت کی وجہ سے' جس کی وہ طلب کرتا ہے (احمد' طبرانی)۔

اگر ہماری حکومت اور ذرائع ابلاغ دینی تعلیمات کو اجتماعی زندگی سے بے تعلق نہ کریں بلکہ ملکی پالیسیاں دینی تعلیمات کے مطابق اور ان کی عکاس ہوں' نظام تعلیم قرآن و سنت پر مبنی ہو--- آخرت اور اجر کی گفتگو کو کاروبار سلطنت سے الگ نہ رکھا جائے بلکہ اسی کی بنیاد پر استوار کیا جائے--- تو اس طرح کی احادیث کے ہوتے ہوئے' ہمارے عوام کی' مردوں اور عورتوں کی اکثریت دین اور دیگر ضروری امور سے جہالت میں کیوں غرق رہے! ان میں شوق ہو' شوق پورا کرنے کے لیے اقدامات اور تدابیر ہوں تو تعلیم عامہ کی رقوم ضائع نہ ہوں' بلکہ ان میں برکت ہو' لاکھوں سے کروڑوں کا کام ہو۔

O

حضرت انسؓ سے روایت ہے' فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ہم نے دیکھا کہ اچانک آپؐ ہنس پڑے اور آپؐ کے دندان مبارک بھی ظاہر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ' میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! کس چیز نے آپؐ کو ہنسا دیا؟ آپؐ نے فرمایا: میری امت کے دو آدمی اللہ رب العزت کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے درخواست کی: "پروردگار! میرا حق میرے اس بھائی سے مجھے لے کر دیجیے"۔ اللہ نے فرمایا: اپنے بھائی سے ایسا سلوک کیسے کر رہے ہو' جب کہ اس کے پاس تو کوئی نیکی

باقی نہیں رہی۔ اس نے عرض کیا: پروردگار! میرے گناہ اس پر ڈال دیجیے۔ پھر (یہ کلمات بیان کرتے ہوئے) آپؐ رو پڑے اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: یہ بڑا ہولناک دن ہوگا۔ یہ وہ دن ہوگا کہ لوگ اس بات کے محتاج ہوں گے کہ ان کے بوجھ دوسرے اٹھالیں (اسی لیے مستغیث یہ مطالبہ کرے گا)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا حق مانگنے والے سے فرمایا: اپنی نظریں اوپر اٹھا کر ان محلات کی طرف دیکھو! اس نے نظر اٹھا کر دیکھا اور عرض کیا: پروردگار! یہ تو سونے کے شہر اور سونے کے محلات ہیں جو موتیوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ پروردگار! یہ کس نبی کے، کس صدیق کے، اور کس شہید کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ اس کے ہیں جو اس کی قیمت ادا کرے۔ اس نے عرض کیا: پروردگار! اس کی قیمت ادا کرنا کس کے بس میں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے بس میں ہے! عرض کیا: کس طرح؟ فرمایا: اپنے بھائی کو معاف کرنے کے ذریعے۔ اس نے عرض کیا: پروردگار! میں نے اسے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑو اور اسے جنت میں داخل کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا: اللہ سے تقویٰ اختیار کرو، اپنے باہمی تعلقات درست کرو، اس لیے کہ اللہ بھی مسلمانوں کے درمیان صلح کراتے ہیں (حاکم، بیہقی)۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے اور مظلوم کا ظالم کو معاف کرنے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرنے کا یہ عجیب و غریب منظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا گیا۔ ذرا غور کیجیے کہ اللہ کی بے نیاز ذات بندوں پر کتنی مہربان ہے۔ بندہ، اللہ کی بندگی میں مخلص ہو، عبادت گزار ہو، اور بشری کمزوری کی وجہ سے اس سے کسی بھائی کے ساتھ ظلم و زیادتی ہو گئی ہو، تو اللہ تعالیٰ اپنے اس مخلص بندے پر اپنی مہربانی اس شکل میں کریں گے کہ اسے مظلوم بھائی سے معافی دلوا دیں گے اور معافی دینے والے کو بے حد و حساب اجر سے نوازیں گے۔

روز مرہ معاملات میں معاف کرنے کی روش کی بڑی عظمت ہے۔ قرآن بھی معاف کرنے کو، قصاص لینے کے مقابلے میں بلند تر قرار دیتا ہے۔ معاف کرنے پر اتنا اجر ہے، اتنا اجر ہے کہ بدلہ لینا، اور یوں اپنی انا کو تسکین دینا بہت ہی حماقت اور چھوٹی بات لگتی ہے۔ اہل خانہ کو، اعزہ و اقارب کو، دوستوں کو، ساتھیوں کو، دفتر میں ماتحتوں کو، افسروں کو، برابر معاف ہی کریں---- کوئی کیسی ہی زیادتی کرے، آپ کبھی حساب برابر کرنے کی فکر نہ کریں۔ جب آپ یوں فراخ دلی سے معاف کریں گے اور معافی جتا کر یا دوسروں سے بیان کر کے، اس کا اجر ضائع نہیں کریں گے، تو امید ہے کہ خود زیادتی کے مرتکب نہ ہوں گے اور دوسروں کے حقوق غصب بھی نہ کریں گے۔ یوں نہ صرف آخرت میں اللہ کی رضا سے ہم کنار ہوں گے بلکہ دنیا میں بھی اس کی برکات کا مشاہدہ کریں گے۔

○

حضرت حذیفہ بن اُسیدؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو مسلمانوں کو ان کے راستوں میں تکلیف پہنچائے' اس پر ان کی طرف سے لعنت واجب ہو گئی (طبرانی)۔

کتنی سخت وعید ہے! راستے میں گندگی ڈالنا' چھلکے پھینکنا جس سے کوئی پھسل جائے' گڑھے کھود کر زمین خراب کر دینا' گٹر کے منہ کو کھلا چھوڑ دینا جس سے کوئی شخص گٹر میں گر جائے' یہ سب ایسی ایذائیں ہیں جن کا دینا ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ عموماً ہمارا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ ان باتوں کی اخروی اہمیت بھی ہے۔ علاوہ اس کے کہ ان سے کسی کی جان بھی جا سکتی ہے' کوئی عمر بھر کے لیے معذور بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے' وہ اس بات پر ناراض ہوتا ہے کہ اس کی رعیت کو تکلیف پہنچائی جائے۔ یہ گناہ ہیں' اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ موجب لعنت ہیں۔ ہر ایک یہ خیال رکھے کہ اس کی ذات سے کسی دوسرے کو ایذا نہ پہنچے' تو ایسے معاشرے میں زندگی کتنی پُرسکون ہو گی!

○

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قرادؓ سے روایت ہے' فرماتے ہیں:
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا' جب کہ آپؐ قضائے حاجت کے لیے جا رہے تھے۔ آپؐ جب قضائے حاجت کے لیے جاتے تو بہت دور جاتے (نسائی)۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لعنت کی تین جگہوں سے بچو: پانی' رستہ اور سایہ دار جگہ میں قضائے حاجت سے (ابوداود)۔

اسلام شرم و حیا اور رحمت و راحت اور طہارت و نظافت کا دین ہے۔ اسلام میں انسانوں کو بلکہ مخلوق خدا کو ایذا پہنچانا ناروا ہے۔ راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں اپنی ذات سے جو نمونہ پیش فرمایا ہے وہ بہت اعلیٰ ہے۔ آپؐ نے پانی' راستے اور لوگوں کے بیٹھنے کی جگہوں میں گندگی پھیلانے پر سخت وعید فرمائی ہے۔ ایسے آدمی پر یہ مقامات لعنت کرتے ہیں۔ نظافت کا اس سے بڑھ کر اور کیا اہتمام ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کو صفائی ستھرائی میں دوسروں سے آگے ہونا چاہیے کہ یہ ان کے دین کا تقاضا ہے اور اس میں انسانوں کی راحت ہے۔

○

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کو اس بات کی ضمانت دی ہے کہ اگر وہ زندہ رہا تو اسے روزی دی جائے گی اور اس کی ضروریات پوری کی جائیں گی' اور اگر مر گیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا: جو اپنے گھر میں سلام کر کے داخل ہو تو اللہ اس کا ضامن ہے' جو مسجد کی طرف نکلا اللہ اس کا ضامن ہے' جو فی سبیل اللہ نکلا اللہ اس کا ضامن ہے (ابوداود' ابن حبان)۔

رجوع الی القرآن کی تحریک

مسلم سجاد

معاشرے کے گذشتہ چند برسوں کے مثبت رجحانات کا مطالعہ کیا جائے تو رجوع الی القرآن کی تحریک نمایاں طور پر سامنے آتی ہے۔ آج سے تقریباً ۷۰ سال قبل جب سید مودودی علیہ الرحمہ نے ماہنامہ ترجمان القرآن کی ادارت کا آغاز کیا تو پہلے اشارات میں پیش نظر کام "قرآن مجید کو اس کی اصل صورت میں پیش کرنا' اس کے حقائق و معارف کو اسی سیدھے اور صاف طریقے سے سمجھنا اور سمجھانا جس سے قرن اول کے سچے مسلمان سمجھتے اور سمجھاتے تھے" بیان کیا تھا۔ اس کام نے چند سال بعد جماعت اسلامی کی شکل اختیار کی' جس نے برعظیم کے مسلمانوں کو قرآن کے نقشے کے مطابق زندگی تعمیر کرنے کی دعوت دی۔

آج احیاے اسلام کی یہی وہ لہر ہے جس نے امت مسلمہ میں اپنے مستقبل پر یقین پیدا کیا ہے' امت کے مردوں اور عورتوں کے ایمان کو زندہ اور تازہ کیا ہے' اور حق و باطل کی کش مکش عالمی پیمانے پر برپا کر دی ہے۔ اس تحریک کا راہنما' اس کو زندگی' توانائی اور سمت دینے والا' اللہ تعالیٰ کی ذات ذوالجلال کا کلام ذی شان' یہ قرآن پاک ہے' جو ہم روزانہ نمازوں میں پڑھتے اور سنتے ہیں۔ اب امت مسلمہ اس کے مفہوم اور تقاضوں سے بھی واقف ہوتی جا رہی ہے۔

اگر ہم زوال اور نکبت میں مبتلا تھے' یا ہیں' تو اس کی وجہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ہم قرآن سے دور ہو گئے ہیں۔ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ○ (الفرقان ۲۵:۳۰)۔ جتنی جلد ہم من حیث القوم اس حقیقت کو جان لیں گے کہ ہمارے دنیاوی عروج اور اخروی فلاح کی شاہ کلید' رجوع الی القرآن ہے' اتنی ہی جلد ہم اپنی منزل کو پا سکیں گے۔

مقام شکر ہے کہ اجتماعی سطح پر قرآن سے تعلق میں اور اس کے اظہار میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ روزناموں میں صفحہ اول پر کوئی آیت' رسالوں میں آیات و احادیث کا لازمی صفحہ' ریڈیو صوت القرآن سے روزانہ کئی کئی گھنٹے' اور ٹی وی پر روزانہ ایک گھنٹہ باترجمہ تلاوت اور رات کو فرمان الٰہی توجہ کرنے والے قلب کے لیے ہدایت اور تذکیر کا بڑا سامان رکھتے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے ان سہولتوں کے بعد تلاوت